مجلہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
web-www.alhaqqania.org
E-mail-alhaqqania@yahoo.com
048–6786002/6786899

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ تحریر احقر نے ،حضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمہ اللہ (متوسل خاص حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نوراللہ مرقدہ کی سوانح حیات ''انوارالمجید'' کے پیش لفظ کے طور پر لکھی تھی جسے قارئین الحقانیہ کے افادہ کے لئے بطور اداریہ شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے علمی و روحانی فیض سے آج پوری دنیا کے مسلمان مستفید ہورہے ہیں جہان کے گوشہ گوشہ میں آپ کا فیض موجود ہے۔ حضرت کے خدام اور متوسلین کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پائی جاتی ہے جو یقیناً اس وقت لاکھوں سے متجاوز ہے۔

حضرت تھانوی قدس سرہ سے براہ راست فیض یافتہ اور آپ کے خاص احباب اور بڑے خلفاء میں سے ایک نام حضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جنہیں حضرت تھانوی کے خلفاء میں ایک خاص وممتاز مقام حاصل ہے ،احقر نے اپنے بچپن میں جن بزرگوں کا نام حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ان میں آپ کا نام نامی اور اسم گرامی بھی شامل ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ ارتداد کی سرکوبی اور پنجاب میں میراث کی تبلیغ کے لئے جب احقر کے جدامجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھیجا تو ان کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی بھیجا گیا تھا۔ حضرت داداجان رحمہ اللہ تعالیٰ میوات کے علاقہ میں آپ

کے ساتھ تقریباً ڈھائی سال تک تبلیغ کے بعد تھانہ بھون واپس آگئے جبکہ حضرت پھرایونی رحمہ اللہ تعالیٰ بارہ سال تک فریضہ تبلیغ سرانجام دیتے رہے اسی طرح پنجاب کے علاقہ میں بھی ان دونوں حضرات نے میراث کے مسئلہ کی خوب تبلیغ کی ان واقعات کی تفصیل کے لئے ''اشرف السوانح'' حصہ سوم ''بزم اشرف کے چراغ'' اوراحقر کی کتاب ''تذکرۃ حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ'' قابل ملاحظہ ہیں ۔اس سے ان حضرات کے باہمی تعلق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ان حالات سے واقفیت کے بعد احقر ناکارہ کا حضرت پھرایونی رحمہ اللہ سے تعلق اور بھی زیادہ ہوگیا اوران کے حالات کی جستجو میں لگ گیا، حضرت والدصاحب رحمہ اللہ سے آپ کے بارہ میں معلوم ہوا کہ حضرت پھرایونی رحمہ اللہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خاص خلفاء میں سے تھے اورانہوں نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی سے سوال کیا کہ حضرت بچوں کو بڑوں کی مجلس میں آنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے ؟حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس پرفرمایا کہ ''انہیں بزرگوں سے انس ہوتا ہے اور انس ہی سے تعلق بڑھتا ہے، اس لئے ان کا بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے''۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تربیت السالک'' سالکین کے لئے ایک عظیم تحفہ اور مصلحین امت کے لئے ایک رہنما ورہبر ہے۔اپنے موضوع پر یہ بڑی ضخیم کتاب ہے اس کا شائع کرنا آسان نہ تھا لیکن حضرت پھرایونی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی محبت میں اس کی اشاعت کے تمام تراخراجات برداشت کئے اوراس کتاب کو شائع فرمایا۔ بچپن میں یہ سب حالات حضرت والدصاحب رحمہ اللہ سے سنے پھر ۱۹۷۵ء میں جب پہلی مرتبہ جناب پروفیسر احمد سعید تھانوی کی کتاب ''بزم اشرف کے چراغ'' شائع ہوئی تو احقر نے بڑے شوق اوردلچسپی سے حضرت کے حالات پڑھے۔اورخانیوال میں حضرت کے

مزار پر حاضر ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ، لیکن اس کا موقع عرصہ دراز کے بعد ابھی چند سال قبل ملا۔ دارالعلوم کبیروالا کے مہتمم حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم اور مولوی محمد محسن سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ احقر آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی ۔

حضرت بچھرایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں مخدوم و مکرم حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی احقر نے بچپن ہی میں سنا تھا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کے خاص تعلقات تھے ۔ اور خط وکتابت کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ احقر کو پہلی مرتبہ ان کی زیارت صفرالمظفر ۱۳۹۴ھ بمطابق مارچ ۱۹۷۴ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان کے سالانہ جلسے کے موقع پر ہوئی لیکن اس وقت جلسہ کی مصروفیات میں زیادہ دیر پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملا اس لئے زیادہ تعارف بھی نہ ہوا۔

۱۹۷۵ء میں جب آپ جامعہ حقانیہ ساہیوال تشریف لائے اور آپ نے ایک دن رات قیام بھی فرمایا اس وقت آپ سے استفادہ کا خوب موقع ملا احقر کو خوب یاد ہے جب آپ تشریف لائے سردی کا موسم تھا اور سفری سامان لحاف وغیرہ بھی آپ کے ساتھ تھا ہمیں یہ صورت حال دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، ہمارے خیال میں سفری سامان ساتھ رکھنے کی گویا ضرورت نہ تھی واقعۃً ہم اس وقت اس کی حکمت نہ سمجھ سکے یہ ہماری نادانی اور بچپنہ تھا ورنہ یہ طریقہ جانبین کے لئے راحت کا موجب اور سفر میں سہولت کا باعث تھا۔ بہرحال حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات پر باہم گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا اور رات کو کافی دیر تک مجلس جاری رہی ۔ حضرت والد صاحب نے تعارف بھی کرایا کہ یہ ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالمجید ہیں ، ملتان خیرالمدارس کے پاس رہتے ہیں وہاں کے ناظم بھی رہ چکے ہیں ۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی کے خلیفہ ہیں وغیرہ وغیرہ ۔ ان حضرات کی گفتگو غالباً جامعہ خیرالمدارس کے معاملات سے متعلق تھی ،حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے

انتقال کی وجہ سے شوریٰ میں ایک رکن کی جگہ خالی ہونے کی وجہ سے حضرت ڈاکٹر صاحب حضرت والدصاحب کا نام پیش کرنا چاہتے تھے ،وہ حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی جگہ حضرت والدصاحب کو ہر لحاظ سے موزوں سمجھتے تھے اس لئے ان کا اصرار تھا کہ آپ وہاں کی رکنیت ضرور قبول کریں ،چنانچہ بعد میں شوریٰ کے دیگر حضرات کے اتفاق سے حضرت ڈاکٹر صاحب کی یہ تجویز منظور ہوئی اور حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کو جامعہ کی شوریٰ کا رکن منتخب کرلیا گیا اس مجلس میں اور کیا موضوعات تھے اب احقر کو اس بارہ میں زیادہ یاد نہیں ، لیکن بزرگوں کے حالات واقعات ان حضرات کے ہاں ہر مجلس کا لازمی جزو تھا اس لئے یہ تذکرے ہوئے اور خوب ہوئے۔

خانقاہ تھانہ بھون کے حوالہ سے خسروبارگاہ اشرفی حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر آگیا حضرت ڈاکٹر صاحب کو آپ کا کلام خوب یاد تھا چنانچہ انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کا کلام سناکر محفل کو خوب گرمایا۔ حضرت والدصاحب نے خوب داددی اور دلچسپی سے کلام سنا بلکہ احقر سے فرمایا کہ یہ اشعار لکھ لو اور یاد بھی کرو چنانچہ حسب الحکم احقر نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے سن کر وہ اشعار لکھ لئے تھے ان میں سے بعض اشعار جو اس وقت یاد آگئے یہ تھے

السلام علیکم اے مخدوم — پہنچا پرسوز نامہ منظوم
فرصت فکر شعر ہے معدوم — مختصر سی یہ عرض ہے مرقوم

کار کن کار بگذر از گفتار
اندر ایں راہ کار باید کار

پیش رہبر ذلیل ہوجاؤ — متبع بے دلیل ہوجاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہوجاؤ — یعنی حق کے خلیل ہوجاؤ

کارکن کاربگذر از گفتار

اندریں راہ کار باید کار

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسن کلام سے ہوگی

فکر اور اہتمام سے ہوگی ذکر کے التزام سے ہوگی

کارکن کاربگذر از گفتار

اندریں راہ کار باید کار

تعلی سے علو پیدا نہ ہو گا نرے دعوں سے تو کامل نہ ہو گا

ہوئے سمجھاتے تم کو کتنے برس پھر بھی لیکن ہوئے نہ ٹس سے مس

بے عملی یہ طلب ہوس ہے ہوس بر رسولاں بلاغ باشد وبس

کارکن کاربگذر از گفتار

اندریں راہ کار باید کار

اگلے روز جمعہ تھا حضرت ڈاکٹر صاحب نے جمعہ حقانیہ مسجد میں ادا کیا اور پھر ملتان واپس تشریف لے گئے یہ احقر کی حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ پہلی تفصیلی ملاقات تھی جس کا نقش ایک عرصہ تک قلب پر قائم رہا اور ہم وہ اشعار گنگناتے، پڑھتے اور یاد کرتے رہے۔ لیکن افسوس کہ پورے طور پر آج تک بھی نہ سمجھ سکے اور نہ ہی ان کے تقاضے پر عمل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں اور محرومی سے بچائیں، آمین۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زیارت اس کے بعد اس وقت ہوئی جب ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں برادرم جناب قاری حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم کی دعوت پر جام پور کا سفر ہوا۔ احقر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ پہلے ملتان جامعہ خیر المدارس حاضر ہوا۔ لاہور سے حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم، حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہم بھی ملتان

پہنچ چکے تھے ، فجر کی نماز ملتان ریلوے اسٹیشن پر ادا کی قافلہ کی سرپرستی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرمارہے تھے ان حضرات کے علاوہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ ، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے بھی جلسہ میں شرکت فرمائی برادرم حضرت مولانا عبدالدیان سلیمی مدظلہم بھی ہمراہ تھے ۔ سلسلہ اشرفیہ اور امدادیہ کا یہ قافلہ جام پور کے قریب پہنچا تو حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ نے والدصاحب رحمہ اللہ سے مخاطب ہوکر اپنا یہ شعر سنایا

نازکر قسمت پہ اپنی آج اے عبدالشکور
آرہا ہے لے کے فیض تھانوی کو جام پور

جام پور پہنچنے پر قافلہ کا زبردست استقبال ہوا اور جلسہ میں ان اکابر کے بڑے شاندار بیانات ہوئے ، روحانی مجالس کا سلسلہ بھی رہا ، جام پور ہی کی مرکزی مسجد میں فجر کے بعد حضرت والدصاحب رحمہ اللہ نے بڑا جامع اور پرمغز اصلاحی درس دیا جسے حضرت مولانا عبدالحی جام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے بہت ہی پسند فرمایا اور بڑی تعریف فرمائی اس موقع پر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا نظم وضبط اور معاملات میں صفائی کا خوب مظاہرہ ہوا۔

ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ میں کافی عرصہ کے بعد جامع خیرالمدارس ملتان کا سالانہ جلسہ ہوا، احقر بھی حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کے ساتھ حاضر ہوا اس وقت بھی حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھنے کا موقع ملا اور واپسی پر فجر سے قبل کا ناشتہ بھی انہوں نے ہی کرایا بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا ہمیشہ سے یہ معمول ہے کہ حضرت والدصاحب کی جلد واپسی کی صورت میں ناشتہ تیار کر کے پیش فرماتے ہیں اسی موقع پر حضرت ڈاکٹر صاحب کے بیٹے بھائی عبدالخالق صاحب سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا۔

۱۴۰۱ھ میں احقر جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہوا تو برادرم مولانا عبدالخالق صاحب زید مجدہم کے ہمراہ ان کے کمرہ میں رہائش ملی دو سال تک ہم دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے کے ساتھ تعلیم میں بھی ساتھی رہے اس دوران حضرت ڈاکٹر صاحب لاہور تشریف لائے اور کئی روز تک انہوں نے قیام فرمایا احقر کو بھی خوب استفادہ کا موقع ملا ان کی شفقتیں اور عنایتیں بھی بڑھتی رہیں۔

۱۴۰۶ھ میں احقر دفتر تنظیم اہل سنت والجماعت ملتان میں کچھ دن مقیم رہا بھائی عبدالخالق صاحب کے ہمراہ ایک روز حضرت ڈاکٹر صاحب سے بڑی تفصیلی نشست رہی اس موقع پر انہوں نے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اور حضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمہ اللہ سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بھی سنائیں۔ حضرت داداجان اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق کی وجہ سے بڑا ہی وقت عنایت فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بالکل سادہ وضع قطع کے انسان تھے انہیں سلسلہ اشرفیہ سے خاص تعلق اور شغف تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اور آپ کے خلفاء عظام سے بہت محبت و عقیدت تھی آپ کی شخصیت اصول پسند تھی معاملات و معاشرت میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی کی تعلیمات کے پابند تھے۔ مسلک اشرفی کے زبردست حامی اور اس میں خوب متصلب، نہایت درجہ نڈر اور بے باک تھے۔

بلاخوف لومۃ لائم آپ ہمیشہ بڑے سے بڑے حضرات کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں رکتے تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی کے اصول و طریق کے پاسدار اور محافظ تھے اس کے خلاف آپ کسی طریقہ کو برداشت نہیں فرماتے تھے، جامعہ خیر المدارس ملتان میں جب بعض حضرات نے ذکر و اعتکاف کے حلقات قائم کئے تو آپ نے اس کی

سخت تردید کی اور اس سے برملا اختلاف کیا۔آپ کو حضرت تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات وارشادات ازبر تھے موقع کی مناسبت سے آپ ان کا حوالہ ضرور دیتے ،اور حضرت کی تعلیمات پر جہاں آپ خود عمل پیرا تھے اپنے متعلقین واحباب کو بھی سختی سے اس پر عمل کے لئے حکم دیتے تھے۔

دینی تعلیم وتربیت کا آپ کے ہاں خاص اہتمام تھا یہ آپ کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ آپ کی اولاد نے بھی دینی تعلیم حاصل کی ۔ ہمارے مخدوم ومحترم بھائی جناب مولانا عبدالدیان سلیمی صاحب مدظلہم اور برادرم مولانا عبدالخالق زید مجدہم باقاعدہ عالم اور درس نظامی کے فاضل ہیں اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں آپ کے خلفاء ، متوسلین ، احباب اور نیک وصالح اولاد کے ذریعہ آپ کا فیض جاری ہے۔

وقت کی یہ اہم ضرورت تھی کہ آپ جیسے بااصول مسلک ومشرب میں متصلب اور اپنے اکابر کی روایات کے امین اور مسلک اشرفی کے محافظ پرانی اور سادہ وضع قطع کے پاسدار اور اسلاف اور بزرگوں کی یادگار کے تذکار اور حالات کو لکھ کر امت تک پہنچایا جائے اس طرح ان کا ذکر جمیل آنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔ حق تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر دے آپ کے فرزندگرامی مخدوم زادہ حضرت مولانا عبدالدیان سلیمی دامت برکاتہم کو انہوں نے نہ صرف آپ کے ذاتی خانگی حالات قلم بند کئے بلکہ آپ کے اوصاف وکمالات اور زندگی کے اثرانگیز اور سبق آموز واقعات بھی تحریر کر دئے جنہیں پڑھ کر بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

احقر نے اس مبارک کتاب کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے بہت ہی فائدہ محسوس ہوا اور برادرم موصوف کے لئے دل سے دعائیں نکلیں ۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کی سوانح کا قرض پورے طور پر اور احسن انداز میں ادا کر دیا ہے ۔ جزاہم اللہ تعالیٰ

خیرالجزاء۔اس سوانح حیات کانام ''انوارالمجید'' بھی خوب ہے۔احقراسے الہامی نام سمجھتا ہے، جولغوی اور معنوی ہر دو لحاظ سے نہایت موزوں ہے۔اللہ تعالیٰ ا کتاب کوحضرت ڈاکٹرصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات کی بلندی کا سبب اور پسماندگان کے لئے نافع اور مفید بنائیں اوراس کے نفع کوعام وتام فرمائیں ،آمین۔

عزیزمحترم مولوی بلال اشرف سلمہ اورجناب مولاناعبدالدیان سلیمی مدظلہم کے اصرارپریہ چندسطورلکھدی ہیں ،اللہ تعالیٰ احقرکوالحاق بالصالحین کی سعادت حیاًومیتاً عطافرمائیں اورہم سب کوزمرہ صالحین میں محشورفرمائیں آمین

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله یرزقنی صلاحا

فقط

احقرعبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۰/۳/۳۳ھ ۱۳/فروری ۲۰۱۲ء

دعاء مغفرت کی درخواست

مولانامحمداسحاق صاحب مہتمم جامعہ یوسفیہ کوئٹہ کے صاحبزادے ثناءاللہ صاحب متعلم درجہ متوسطہ مدرسہ کی دیوار سے گرکرشہیدہوگئےاناللہ واناالیہ راجعون قارئین الحقانیہ سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

معلوم ہونا چاہئے کہ حیاء صرف ہم جنسوں ہی سے نہیں کی جاتی بلکہ سب سے زیادہ جس کی حیاء ہم کو ہونی چاہئے وہ ہمارا خالق و پروردگار حق تعالیٰ ہے ، عام لوگ بڑے بے حیاء اور بے ادب اس کو سمجھتے ہیں جو اپنے بڑوں کا لحاظ نہ کرے اور ان کے سامنے بے حیائی کے کام اور بری باتیں کرے لیکن فی الحقیقت سب سے بڑا بے حیاء وہ بدبخت انسان ہے جو اپنے مولیٰ سے نہیں شرماتا اور یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مجھے اور میرے فعلوں کو بے حجاب دیکھتا اور میری باتوں کو بلاواسطہ سنتا ہے اس کے سامنے وہ برے کام اور ناروا حرکتیں کرتا ہے۔

پس اگر آدمی میں حیاء کا خلق پوری طرح بیدار اور کارفرما ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور ستھری ہوگی بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معصیات کا صدور بھی بہت کم ہوگا۔

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

استحیوا من اللہ حق الحیاء قالوا انا نستحی والحمدللہ فقال لیس ذٰلك ولٰکن الاستحیاء من اللہ حق الحیاء ان تحفظ الرأس وماحویٰ والبطن وماوعیٰ وتذکر الموت والبلیٰ فمن فعل ذٰلك فقد استحیاء من اللہ حق الحیاء ۔

اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیاء کرنی چاہئے ۔ مخاطبین نے عرض

کیا الحمد للہ ہم خدا سے حیاء کرتے ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیاکرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جوافکار وخیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو، اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام وناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اس نے ادا کیا۔

ایمان کے بعض آثار وثمرات

(۲۹) عن ابی امامة ان رجلاسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ماالايمان ؟قال اذا سرتك حسنتك وساء تك سيئتك فانت مؤمن۔

ترجمہ : حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب تجھ کو اپنے اچھے عمل سے مسرت ہو اور برے کام سے رنج وقلق ہو تو تم مؤمن ہو۔ (مسند احمد)

تشریح : مطلب یہ ہے کہ ایمان کے خاص آثار اور علامات میں سے یہ ہے کہ آدمی جب کوئی نیک عمل کرے تو اس کے دل کو فرحت ومسرت ہو اور جب اس سے کوئی براکام سرزد ہو جائے تو اس کو رنج وغم ہو۔ جب تک آدمی کے ضمیر میں یہ احساس باقی رہے سمجھنا چاہئے کہ ایمانی روح زندہ ہے اور یہ احساس اس کا ثمرہ ہے۔

(معارف الحدیث)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح : مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

فرمایا حیدر آباد میں نواب فخریار جنگ صاحب کے ہمراہ میں دار الضرب (ٹکسال) کی سیر کے لئے گیا تھا، اس کا منتظم ایک انگریز تھا اس نے بہت اچھی طرح سیر کرائی اور اخلاق سے پیش آیا۔ چلتے وقت اس نے ہاتھ ملایا۔ اس وقت میں نے اس سے کہا کہ آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کی طرح ہیں، فخریار جنگ اس جملہ پر بہت مسرور ہوئے۔ فرمایا کہ آپ نے اس کی تکریم بھی کی اور مسلمانوں سے گھٹائے بھی رکھا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو اخلاق حقیقۃً اچھے ہیں وہ اسلام ہی کے ہیں اسلام ہی نے ان کی تعلیم دی ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان اپنی بدبختی کی وجہ سے بہرہ اندوز نہ ہوں اور دوسری قومیں اس سے منتفع ہوں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا جس شخص کو نبوت و رسالت کا اعتراف نہ ہو اس میں اعلیٰ اخلاق کہاں سے آسکتے ہیں تمام اعلیٰ اخلاق کا سرچشمہ رسالت ہے او وہ اس کا منکر ہے اس لئے اس کے قلب پر اعلیٰ اخلاق کا فیضان نہیں ہو سکتا۔

فرمایا آج کل لوگوں نے بلکہ مسلمانوں نے مذہب کے ساتھ کھانے کا جیسا معاملہ کر رکھا ہے کہ اپنے گھر کا پلاؤ زردہ اور مرغ مسلم بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا اور دوسرے کے یہاں کی دال بھی پسند آجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے اکتا گئے ہیں اور مذہب کے ساتھ جدید لذیذ کا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی احکام، اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور افضل کیوں نہ ہوں پسند نہیں آتے۔ طبائع بالکل مسخ ہوتی جارہی ہیں، نیک و بد کا امتیاز ہی اٹھتا جاتا ہے۔ کاش مسلمان ہوش میں آئیں اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ

کتاب ''المہند علی المفند'' کے عقائد اکابر علماء دیوبند کی نظر میں (قسط ۱)

''ماہنامہ تعلیم القرآن'' راولپنڈی فروری، مارچ ۱۹۹۷ء میں جناب میاں محمد الیاس کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں ''مسئلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کے متعلق بحث کی گئی تھی۔ درج ذیل مضمون میں اسی کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم مکرم مولانا مفتی محمد رضوان صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو معلوم ہے کہ احقر کئی سال سے امراض قلب میں گھرا ہوا ہے کتب کی مراجعت اور مطالعہ سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ مگر بعض ضروری مضامین اس میں بھی لکھنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

آپ کا خط مع فوٹو مضمون متعلقہ ''المہند'' مرقومہ ۲۳/صفر ۱۴۱۸ھ موصول ہوا اس کے بارے میں مختصراً عرض کرتا ہوں گو ضرورت نہیں تھی کیونکہ ناچیز کے کئی مضمون اس سلسلہ کے شائع شدہ دستیاب ہیں مگر آپ کی توجہ دلائی کو ٹال دینا بھی مناسب نہیں سمجھا اس لئے کچھ لکھ رہا ہوں۔

مضمون نگار کی حق بیانی

سب سے پہلے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے مضمون نگار کا ممنون ہوں کہ انہوں

نے اس نزاع کی ابتداء جناب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کی طرف سے تسلیم کرلی اور انہوں نے قطعاً ان مفاسد کا خیال نہیں کیا جو آج اس نزاع سے بتلائے اور ظاہر کئے جارہے ہیں۔ جناب شاہ صاحب گرم سرد چشیدہ اور کہنہ مشق بڑے پایہ کے نہ صرف مقرر بلکہ مناظر بھی ہیں اور احراری ہونے میں بھی وہ جناب مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے شریک کار رہے تھے ۔ جناب شاہ صاحب نے اس بات کا بھی خیال نہیں رکھا کہ ''خیرالمدارس'' حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور ان سب حضرات کا عقیدہ وہ ہے جو ''المہند'' میں تمام اکابر علماء دیوبند کا لکھا ہے۔ یہ ان حضرات کی فراخ قلبی اور حوصلہ ہے کہ وہ یہ جانتے ہوئے کہ جناب شاہ صاحب اس عقیدہ اجماعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں پھر بھی ان کو اپنے سٹیج پر خطاب کا موقع دیا، انہوں نے ان سب امور کو پس پشت ڈالا۔

دوہرا معیار

اوران کو اس کا بھی خیال نہیں رہا کہ اس اختلاف کے اس طرح برملا اظہار سے ''مسئلہ توحید'' کی اشاعت میں خلل واقع ہوگا اگر شاہ صاحب اس مسئلہ کو برملا بیان کریں تو ''مسئلہ توحید'' کی اشاعت و تبلیغ میں کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا نہ ہی آپس کے اختلاف کا کچھ ڈر لاحق ہوتا ہے لیکن جب دوسری طرف سے جوابی عقیدہ کی وضاحت کی جاتی ہے تو پھر سب خطرات سامنے آجاتے ہیں اور اس کی مضرات کا احساس ہونے لگتا ہے کیا یہ دہرا معیار نہ ہوگا؟

کیا حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت قلبی اور فراخ دلی کا یہی صلہ ہونا چاہیئے تھا کہ ان کے تمام اکابر کے خلاف ان کے ہی سٹیج پر بھونڈے طریقہ سے اس نزاع کو عام کیا جائے ؟

کیا مولانا مرحوم نے اس لئے دعوت دی تھی کہ نزاع کو بڑھایا جائے یا باوجود اختلاف کے بھائی چارہ اور دینی اخوت کی فضاء کا قائم کرنا مقصود تھا؟

اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ

دوسرے احقر مضمون نگار کے اس لکھنے کا بھی ممنون ہے کہ انہوں نے احقر کے بارہ میں ''دیوبندیت کے بہت بڑے دعویدار'' کے الفاظ لکھے ہیں، سو یہ ان کا حسن ظن ہے۔ احقر ان کا شکر گزار ہے ورنہ یہ ناچیز تو اکابر علماء دیوبند کے کفش برداروں میں شمار کئے جانے کے بھی لائق نہیں ہے۔ البتہ سگ کوچہ لیلیٰ کی مانند حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار گوہر بار میں حضر والد ماجد (خلیفہ حضرت تھانوی و سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون) کے ہمراہ پھر مظاہر علوم سہارنپور، پھر آخر کے دو سال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی صحبت بابرکت میں گزارنے کا موقع میسر آیا اور اصلی دیوبندیت دیکھنے کی نعمت حاصل ہوئی جو بحکم ''اما بنعمة ربك فحدث'' قابل شکر ہے لان تحديث النعمة ايضا شكر ولذا امر الله سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم بتحديث نعمة ربه عليه حيث قال واما بنعمة ربك فحدث ۔

تہمت تراشی

پھر آگے جو لکھا ہے کہ ''اس پر انہوں نے تسلیم کیا کہ واقعی ''المہند'' عقائد کی کتاب نہیں بلکہ صفائی پر مشتمل ایک کتاب ہے'' (ص ۴۲) یہ بلاوجہ کی تہمت تراشی ہے، احقر کی متعدد تحریریں اس کے خلاف عرصہ دراز سے شائع ہو رہی ہیں جن میں تصریح ہے کہ یہ کتاب ''المہند'' اکابر علماء کا اجماعی متفقہ دستاویزی عقیدہ ہے۔ اسی کتاب ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' معروف بہ ''عقائد علماء دیوبند'' میں تحریر ہے:

''اکابر علماء دیوبند کے جو عقائد جو درحقیقت تمام اہل سنت کے مسلمہ عقائد ہیں ان کی متفرق کتب ''المہند'' وغیرہ میں مفصل اور مبسوط طریقہ پر لکھے ہوئے ہیں ان میں سے اس وقت کے مناسب حال بعض اہم اور ضروری عقائد کا انتخاب کر کے ان کو مختصر طریقہ پر ایک جگہ جمع کر دیا جائے کیونکہ اس زمانہ میں عقائد اکابر سے عوام تو کیا اکثر نئے علماء اور طلباء کرام بھی ناواقف ہوتے جا رہے ہیں، الخ۔'' (ص ۹)

آگے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے :

''اس وجہ سے یہ چند عقائد ''المہند'' وغیرہ کتب سے انتخاب کر کے جمع کر دیئے گئے ہیں اور چونکہ اس اختصار میں ناظرین کی سہولت مدنظر ہے اس لئے ''المہند'' میں سے ایسے عقائد کو نظرانداز کر دیا گیا ہے جو مشکل اور دقیق تھے یا زیادہ وضاحت طلب تھے البتہ باقتضاء ضرورت وقت بعض ایسے عقائد کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جو ''المہند'' کے علاوہ اکابر کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں''۔

متفقہ مسلکی وثیقہ

آگے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ :

''یہ مجموعہ (المہند۔ ش) ۱۳۲۵ھ میں مرتب کیا گیا تھا اس مجموعہ کے مندرجہ عقائد کی چونکہ صرف یہی حیثیت نہیں ہے کہ وہ کسی فرد یا ایک شخص کی انفرادی رائے یا ذاتی عقیدہ ہے اور نہ ان عقائد کی خدانخواستہ یہ حیثیت ہے کہ ان کو غیر واقعی اور غیر تحقیقی سمجھتے ہوئے اہل بدعت کے جواب میں محض رفع الزام اور دفع الوقتی کے طور پر لکھا دیا گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اکابر کی دیانت مجروح ہوجاتی ہے اور ان پر سخت الزام آتا ہے کہ انہوں نے غلط اور خلاف حق سمجھتے ہوئے ان عقائد کا اظہار کر دیا یہی تو اہل بدعت کا ان پر الزام ہے اس لئے یہ کہنا اکابر کی کھلم کھلا توہین کرنا اور ان کو برملا کتمان حق کا مجرم ٹھہرانا ہے

۔۔۔۔ بلکہ ان عقائد کو علماء مدینہ منورہ کے سوالات کی روشنی میں اس وقت کے دیوبند کے تحقیقی مسلک کے طور پر اور وہ بھی بحیثیت ''جماعتی مسلک دیوبند'' کے پیش کیا تھا، اس لئے یہ مجموعہ علماء دیوبند کے عقائد معلوم کرنے کے لئے ایک تحریری دستاویز متفقہ مسلکی وثیقہ ہے اور مسلک دیوبند کے دیکھنے اور جانچنے کے لئے بمنزلہ آئینہ اور کسوٹی کے ہے اور ساتھ ہی اس شخص کا جواب بھی ہے جو ''علماء دیوبند'' کی طرف کسی بھی عقیدہ کو غلط طور پر منسوب کرے'' (عقائد علماء دیوبند ص ۱۲)

رسالہ ''عقائد علماء دیوبند'' میں تصریح کردی گئی ہے کہ ''المہند'' عقائد علماء دیوبند پر مشتمل ہے۔ متعدد جگہ احقر کے اس کتاب کو عقائد کی کتاب لکھنے کے باوجود نہ معلوم

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

کہ احقر نے تسلیم کرلیا ہے کہ ''المہند عقائد کی کتاب نہیں ہے''۔

(تعلیم القرآن فروری مارچ ۹۷ء ص ۴۲)

تعجب ہے کہ ان پے درپے تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کارپردازان اور ذمہ داران ''تعلیم القرآن'' نے اس گپ وشپ کو کس طرح صحیح سمجھ کر اپنے مؤقر رسالہ میں شائع کردیا آخر یہ رسالہ ''عقائد علماء دیوبند'' مختلف مکتبوں سے شائع ہورہا ہے ان حضرات نے بھی اس کو دیکھا ہوگا اور دیکھنا چاہیئے تھا بغیر دیکھے الزام تراشی یا کم سے کم خلاف واقع بات مصنف کی تصریحات کے خلاف اس کی طرف منسوب کرنے کا جواز نہ معلوم کیسے پیدا کرلیا گیا وَاَکِلُ امر المفترین الی اللہ

اور یہ بھی اوپر کی تحریرات سے واضح ہورہا ہے کہ کتاب ''المہند علی المفند'' تمام عقائد علماء دیوبند کی جامع نہیں ہے یہ رسالہ علماء مدینہ منورہ کے سوالات کی روشنی میں لکھا گیا ہے جو سوالات مدینہ منورہ سے آئے ہی نہیں ان کے جوابات کو ''المہند'' میں

تلاش کرنا اور ان کے نہ ہونے سے کتاب کو سرے سے عقائد کی کتاب ہی نہ سمجھنا قابل حیرت اور تعجب انگیز ہے۔

رسالہ ''عقائد علماء دیوبند'' کے شروع ہی میں لکھ دیا گیا تھا کہ یہ ضروری عقائد کا انتخاب ہے اور جو عقائد مشکل اور دقیق تھے ان کو نہیں لیا گیا تو پھر شیخ عبدالوھاب نجدی کو اس میں تلاش کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

شیخ عبدالوھاب نجدی

اب رہا یہ کہ ''شیخ عبدالوھاب نجدی کے بارہ میں موجودہ دیوبندیوں کا وہ عقیدہ نہیں رہا جو ''المہند'' میں درج ہے''۔ (ص ۴۲)

سو اس کے متعلق عرض ہے کہ کتاب ''المہند'' میں محمد بن عبدالوھاب کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔ اور جن امور کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ'' وہ حلال سمجھتا تھا مسلموں کے خون اور ان کے مال وآبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' (المہند ص ۴۵)

ان امور کے ہوتے ہوئے کسی دیوبندی کا عقیدہ اس کے بارہ میں ''المہند'' میں درج شدہ عقیدہ کے خلاف نہیں ہو سکتا، دیوبندیوں کا وہی عقیدہ ہے جو ''المہند'' میں درج ہے البتہ وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔

''المہند'' میں ''وہابیہ'' کے عقائد سے امتیاز کرنے کے لئے سوالات قائم کئے تھے جیسا کہ ''المہند'' کے شروع میں لکھا گیا:

ونحن نسئلکم عن امور اشتهر فيها خلاف الوهابية عن اهل السنة والجماعة۔ (ص ا) ہم تم سے چند ایسے امور دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ

کا اہل سنت والجماعت سے خلاف مشہور ہے۔

معلوم ہوا کہ اس کے ذریعہ وہابیہ سے اہل سنت والجماعت کو ممتاز کرنا مقصود تھا وہی عقائد اہل سنت اس کا موضوع تھا، پھر اس کے نام پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے اور اس تفتیش کی کیا ضرورت ہے کہ اس کا یہ نام ''عقائد اہل سنت'' یا ''عقائد علماء دیوبند'' کب سے اور کس نے رکھا ہے؟۔

''المہند'' اکابر دیوبند کی نظر میں

بیان ''عقائد اہل سنت'' تو اس رسالہ کا اصل موضوع ہے جیسا کہ واضح ہو رہا ہے اور اس رسالہ پر اس وقت کے اکابر رحمہم اللہ نے تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ کا یہی عقیدہ ہے''۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ محدث دارالعلوم دیوبند اپنی تصدیق کے بعد فرماتے ہیں:

وھو معتقدنا ومعتقد مشایخنا جمیعاً لاریب فیہ۔ (ص۸۹) اور یہی ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ کا عقیدہ ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

حضرت مولانا میر احمد حسن امروہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وکل ذلك ھو معتقدنا ومعتقد مشایخنا وسادتنا اماتنا اللہ علیہ وحشرنا مع عبادہ المخلصین المتقین (ص۹۰) اور یہ سب ہمارا اور ہمارے مشائخ اور پیشوایان کا عقیدہ ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اسی پر موت دے اور اپنے مخلص پرہیزگار بندوں کے ساتھ محشور فرمائے۔

یہ دونوں حضرات، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ :

هو الحق عندي ومعتقدي ومشايخي ۔ (ص ۹۲) وہ سب حق ہے میرے نزدیک، اور میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

نقربه نعتقده وَأكِلُ امرالمفترين الى الله (ص ۹۲) ہم اس کے مقر اور معتقد ہیں اور میں افتراء کرنے والوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :

وهو معتقدي ومعتقد مشايخي۔ (ص ۹۲) یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔

اسی طرح مولانا حکیم محمد حسن برادر حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، اور حضر مولانا سہول صاحب ، مولانا عبدالصمد صاحب حضرات مدرسین دارالعلوم دیوبند فرما رہے ہیں کہ ''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے یہی عقیدے ہیں'' حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

کسی کتاب کے عقیدے کی کتاب ہونے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ہونا چاہیئے کہ سب اکابر اس کے موافق اپنے عقائد بتلا رہے ہیں اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری شارح ابی داوٗد و خلیفہ ارشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے جوابات میں بھی کئی جگہ 'عندنا وعند مشايخنا'' ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک ، کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ، اس کے باوجود اس کو عقائد کی کتاب تسلیم نہ کرنا انتہائی تعجب کی بات ہے۔

عجیبہ

ہمارے جامعہ حقانیہ کے بعض مدرسین مولانا محمد حسین صاحب نیلوی مدرس ضیاء العلوم سرگودھا سے ملاقات کی غرض سے گئے ''المہند'' پر حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی تصدیق کا ذکر آ گیا تو موصوف نے فرمایا کہ ''حضرت مفتی صاحب نے بغیر کتاب دیکھے اعتماد پر تصدیق فرمادی'' اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب کی ذیل کی تقریظ پڑھ کر سنادی گئی جو کہ حفظ یاد تھی، وہ الفاظ یہ ہیں :

''رأيت الاجوبة كلها فوجدتها حقة صريحة لايحوم حول سرادقاتها شك ولاريب وهو معتقدي ومعتقد مشايخي الخ'' (ص۹۹)

میں نے تمام جوابات دیکھے پس سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد بھی شک یاریب نہیں گھوم سکتا اور یہی میرا عقیدہ اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں یہ حال ہے ان کے شیخ الکل کا، کیا اب تک تمام عمر میں انہوں نے حضرت مفتی صاحب کی تصدیق نہیں پڑھی تھی، اور یہ اعتماد پر لکھ دی تھی یا تمام کو دیکھ کر لکھی تھی، یہ وہ صاحب ہیں جن کی طرف رجوع کرنے کے لئے جناب مولانا سید عنایت اللہ صاحب گجراتی بھی ہدایت فرماتے رہتے ہیں، اور جو کسی تحریر پر دستخط کرنے سے حتی الامکان اجتناب ہی کرتے ہیں، مگر ہمت کی کہ اپنی تمام عمر کے عقیدہ کو شرک قرار دے کر رجوع الی الحق کرلیا، یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ اس شرکیہ عقیدہ کے لوازمات پر خود ہی عمل کرلیا ہے اور اپنے متوسلین کو بھی عمل کی ہدایت فرمادی ہے یا نہیں جن کا سابقہ شرکیہ عقیدہ رہا ہے۔

مضمون نگار کے دو خط

یہاں تک تحریر لکھنے کے بعد رجسٹر فتاویٰ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے دیکھنے

سے معلوم ہوا کہ انہی مضمون نگار محمد الیاس صاحب کے اب سے تقریباً پانچ سال پہلے دو خط احقر کے نام آئے تھے اور یہ دونوں خط اور احقر کے جوابات رجسٹر فتاویٰ جامعہ میں محفوظ ہیں ، ان جوابات میں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ کتاب ''المہند'' عقائد کی کتاب ہے ۔ مگر ''تعلیم القرآن'' کے اس مضمون میں لکھ دیا کہ ''آخر میں اس کا عقائد کی کتاب نہ ہونا احقر نے تسلیم کرلیا ہے'' یہ بالکل غلط ہے ، جوابات دیکھے جاسکتے ہیں ان میں ہرگز یہ بات نہیں ہے جو احقر کی طرف اس مضمون میں منسوب کی گئی ہے ، یہ بات ''اکابر علماء دیو بند'' کی تصریحات کے خلاف احقر کی طرف سے کیسے لکھی جاسکتی تھی ، مگر مضمون نگار نے غلط بیانی کے علاوہ دھوکہ دہی کی بھی انتہا کردی کہ پہلے خطوط کا اشارہ تک نہیں کیا اور احقر کو ''دیو بندیت کا بہت بڑا دعویدار'' لکھ دیا ، اور گویا حضرت عارفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تعلق بتلانے کے باوجود جیسا کہ ان خطوط سے معلوم ہورہا ہے خود کو دیو بندیت سے خارج کرلیا اور اس گروہ میں جا شامل ہوئے جو دیو بندیت سے خارج ہے۔

اسی مضمون میں ''المہند'' کی تصدیق کرنے والے حضرات کی جو فہرست لکھی ہے کیا ''المہند'' میں وہ یہ نہیں لکھ رہے کہ ''یہی ہمارے اور ہمارے مشائخ کے اعتقاد ہیں''۔ پھر اس کے عقیدہ کی کتاب ہونے میں کیا شک ہے ؟ اور اگر کسی نے اس کو ''عقائد اہل سنت والجماعت'' کے نام پر شائع کیا تو عین حقیقت کے موافق کیا اس نے کیا غلطی کی ؟

دیو بندیت اور وہابیت میں فرق

اس کے شروع میں لکھا ہی ہے کہ جن امور میں وہابیہ کا اہل سنت والجماعت سے خلاف مشہور ہے ان کا سوال علماء مدینہ منورہ نے کیا ہے۔ گویا یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے خلاف وہابیہ سے امتیاز کرتی ہے اس کتاب کو تسلیم کرنے والے اور اس

کے مطابق عقائد رکھنے والے اہل سنت والجماعت ہیں اس کے خلاف کرنے والے وہابی ہیں ، اور دیوبندیت اہل سنت والجماعت ہی کا دوسرا نام ہے اس کے علاوہ کوئی فرقہ نہیں ہے ۔ اور اس کے آخر میں حضرت مصنف علام مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ ارشد تھے لکھتے ہیں :

هٰذاالذی ذکرنافی الجواب هومانعتقده وندین الله تعالیٰ به

جو کچھ ہم نے عرض کیا یہ ہمارے عقیدے ہیں اور یہی دین وایمان ہے ۔ (ص۸٦)

اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے حضرت مصنف علام اور اس کتاب کی تصدیق کرنے والے اس کو اپنا اور اپنے مشائخ کا اعتقاد ، اور دین وایمان بتلا رہے ہیں اور یہ اب کسی نے اس کتاب میں شامل نہیں کردیا ۔ جب سے یہ کتاب لکھی گئی ہے جس کو نوے سال ہوگئے ہیں اسی وقت سے ہی اس کتاب کے مندرجات کو اپنا اعتقاد اور دین وایمان لکھ رہے ہیں مگر اب کچھ سالوں سے اس کتاب کے اعتقادی ہونے سے انکار کیا جانے لگا ۔

۱۹۳۳ء کا مطبوعہ نسخہ

''المہند'' کا ایک نسخہ مطبوعہ ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء مطبع قاسمی دیوبند کا چھپا ہوا ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے ، جو مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مولانا قاری محمد طاہر صاحب کے اہتمام سے چھپا ہے اس کی لوح پر لکھا ہوا ہے :

''جس سے جماعت حقہ دیوبند کے عقائد اور خیالات کی تائید وتوثیق ہوکر دنیا بھر کے علماء کی مہر تصدیق ثبت ہوچکی ہے'' ۔

اور اس کے علاوہ صفحہ ٦ پر یہ تحریر ہے :

''جملہ اہل اسلام نہایت اطمینان سے ''المہند'' اور اس کے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ حضرات علماء کرام دیوبند کے عقائد بالکل صحیح ، اہل سنت

والجماعت کے موافق ہیں اور جملہ اہل حق علماء ربانی حضرات علماء کے ساتھ ہیں''۔

اس کتاب کا اعتقادی ہونا تو اس کے مصنف علام اور اس وقت کے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے ثابت کردیا گیا ہے۔ اب اس اجماعی عقیدہ کے خلاف بعد والوں کی بات کو کون سنتا اور مانتا ہے۔

میاں محمد الیاس کی جسارت

میاں محمد الیاس کی جسارت دیکھئے وہ لکھتا ہے:

''کوئی عقل کا اندھا ہی ان مسائل کو عقیدہ کا نام دے گا، الخ (تعلیم القرآن ۴۰)

اس کے جواب میں اس کے سوا کیا عرض کیا جائے کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً (الکہف:۵)

کیا یہ سب علماء کرام ایسے ہی تھے جنہوں نے ان مسائل کو عقیدہ کا نام دیا ہے؟

اکابر دیوبند پر ایک عجیب الزام

باقی رہا یہ کہ'' جو ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' سے وابستہ ہیں ان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ عقیدہ میں مشائخ کے اقوال کو حجت قرار نہیں دیتے بلکہ قرآن وسنت ہی کو عقائد کا ماخذ قرار دیتے ہیں''۔ (تعلیم القرآن ۳۶)

یہ بات مضمون نگار کی کوتاہ نظری یا دھوکہ دہی کے زمرہ میں آتی ہے کہ جان بوجھ کر اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کررہا ہے کہ ''وہ عقیدہ میں قرآن وسنت کے بجائے اقوال مشائخ کو حجت قرار دیتے ہیں''۔ یہ پرلے درجہ کا اتہام اور الزام اکابر علماء دیوبند پر ہے اور یہ قطعاً غلط بات ہے ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی قرآن وسنت کے خلاف مشائخ کے اقوال کو حجت قرار نہیں دے سکتا، جن بزرگان دیوبند کی ساری عمریں قرآن وسنت کے پڑھنے اور پڑھانے میں گزری ہیں ان کی طرف ایسی بات منسوب کردینا بڑی جسارت

اور دیدہ دلیری کی بات ہے جو ایک عامی مسلمان کی طرف بھی منسوب نہیں کی جاسکتی فالی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان

اگر یہ مضمون نگار ''المہند'' کے ابتداء میں یہ لکھا ہوا دیکھ لیتا :

''انا لا نتکلم بکلام ولا نقول قولا فی الدین الا وعلیہ عندنا دلیل من الکتاب اوالسنۃ اواجماع الامۃ اوقول من ائمۃ المذھب'' (ص ۳۰) ہم دین کے بارہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو، قرآن مجید کی، یا سنت کی، یا اجماع امت، یا قول کسی امام کا۔

تو ایسی غلط بات نہ لکھتا، مگر یہ جبھی ہوتا کہ آنکھ کھول کر دیکھتا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (الحج: ۴۶) (ان کی آنکھیں نابینا نہیں لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو گئے ہیں) کا مصداق نہ ہوتا۔

اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا امتیاز

سب اکابر علماء دیوبند نہ صرف عقائد بلکہ دین کی ہر بات میں قرآن وسنت کو ماخذ قرار دیتے ہیں۔ یہ جمعیت اشاعۃ التوحید تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی جب ''المہند'' لکھی گئی، اس میں یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ ''ہم دین کے بارہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر قرآن یا سنت یا اجماع امت یا کسی امام کا قول دلیل نہ ہو''۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند کا ہمیشہ سے اس پر عمل رہا ہے، یہ جمعیت اشاعۃ التوحید کا امتیاز کہاں سے ہوگیا؟ جمعیت نے یہ اصول ہمارے ہی اکابر سے سیکھا ہے یہ ہمارے اکابر دیوبند کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی اعجوبہ ہی ہے کہ اساتذہ کی بات کو تلامذہ کی طرف منسوب کر دیا جائے اور اساتذہ کو اس کا منکر قرار دے دیا جائے۔ ''امتیاز'' کا تو یہی مطلب ہے کہ اکابر علماء دیوبند اس سے عاری ہیں۔

اجماع امت کا انکار

البتہ اس تحریر ''تعلیم القرآن'' سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کی یہ جمعیت اجماع امت کی بھی منکر ہے، کیا عقائد میں اجماع امت بھی حجت نہیں، اور دین کے بارہ میں ائمہ اربعہ میں سے بھی کسی کا قول حجت نہیں؟ ہاں اس کو اگر اس جمعیت کا ''امتیاز'' قرار دیا جائے تو بجا ہے کہ اجماع امت اور قول امام مجتہد بھی اس کے نزدیک حجت نہیں، اسی لئے لکھا ہو گا کہ ''قرآن وسنت ہی کو عقائد کا ماخذ قرار دیتے ہیں''مگر یہ نہیں بتلایا کہ ''اخذ''یعنی قرآن وسنت سے اخذ کرنا کس کا معتبر ہو گا، خوارج، معتزلہ وغیرہ بھی قرآن وسنت سے ہی اخذ کرتے ہیں تو کیا ہر اخذ کرنے والے کا اخذ کرنا معتبر ہو گا؟ تو ہمت کر کے تمام فرق باطلہ کی تصدیق کر دیجئے۔

ایک طرف اخذ و استنباط کرنے والے حضرت شیخ الہند جیسے اکابر علماء ہیں دوسری طرف میاں محمد الیاس صاحب جیسے اصاغر ہیں اب اس اصول پر عمل کیجئے اور بتلایئے کس کا ''اخذ''معتبر ہو گا؟۔

کتاب ''المہند'' اور اس کے عقائد

باقی میاں الیاس صاحب کا یہ لکھنا کہ ''بھلا توحید و رسالت، آخرت، عبادات کے عقائد ضروریہ کے ذکر کے بغیر یہ عقائد یا عقائد کا خلاصہ کیسے ہو سکتے ہیں'' (ص ۴۰)

واقعی ختم اللہ علیٰ قلوبھم کے بعد دل میں صحیح بات نہیں پہنچتی یہی حال میاں الیاس صاحب کا معلوم ہوتا ہے۔

''المہند'' کے شروع میں ہی لکھا ہوا ہے کہ ''یہ علماء مدینہ منورہ کے ایسے چند امور کے متعلق سوالات کے جوابات ہیں جن میں وہابیہ کا ''اہل سنت والجماعت'' سے اختلاف مشہور ہے'' (المہند ص ۱)

جب یہ کتاب چند اختلافی امور مشہورہ کے جوابات میں لکھی گئی تو اس میں تمام عقائد اسلام کیسے لکھے جاتے سوائے اس شخص کے جو نہ صرف عقل کا بلکہ ظاہری آنکھوں کا بھی اندھا ہو کون اس کتاب میں تمام عقائد کو تلاش کرے گا، بس یہ میاں محمد الیاس صاحب جیسے عقلمندوں کا کام ہے۔

اگر کسی دارالافتاء میں بیٹھنے کا موقع ہو تو دیکھ لیا جائے کہ مفتی حضرات اسی سوال کا جواب تحریر فرماتے ہیں جس کا سوال ان کے پاس آیا ہو کسی ایک سوال کے جواب میں تمام عقائد اسلام تحریر نہیں کیا کرتے یہ بات ہر عامی کو معلوم ہے، میاں الیاس صاحب نے محض عناد وضد میں یہ بات لکھی ہے، میاں محمد الیاس صاحب کا بغض علماء دیوبند کے ساتھ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔

یہ کتاب ''المہند'' مستقل کتاب نہیں بلکہ سوالات کے جوابات میں لکھی گئی ہے جو سوالات آئے ان کے جوابات لکھ دیئے کیا ان کو عقیدہ قرار دینا ممنوع تھا۔ جب جواب دینے والے اور تصدیق کرنے والے اپنے جوابات کو ''عقائد'' قرار دے رہے ہیں تو میاں محمد الیاس صاحب یا کسی شخص کو کیا حق ہے کہ اس میں دخل دے، وہ ان کو عقائد نہیں مانتا تو تمام اکابر دیوبند کے خلاف کرتا ہے۔

قرآن کریم اور عقیدہ حیات النبی ﷺ

وفات کے بعد ''المہند'' میں جو حیات دنیوی کا ذکر فرمایا گیا اس کا مطلب سمجھے بغیر ہی حیات دنیوی کی مذمت کی آیات لکھ دی ہیں تو کیا ان کا یہ مطلب لیا جانا صحیح ہوگا کہ جو وفات سے پہلے آنحضرت ﷺ کو دنیوی حیات حاصل تھی وہ بھی نعوذ باللہ ان ہی آیات کا مصداق اور لہو ولعب تھی ؟ قرآن دانی کا دعویٰ اور اس کو ماخذ ماننے کا حال آپ نے دیکھ لیا کہ ہر شخص کا یہ کام نہیں ہے۔

پہلے تو آپ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ :

''آپ نے تو مجھے مولوی سمجھ لیا ہے کہ حوالہ اور مثال پیش کرنے کا حکم فرمایا ہے''۔ (۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

اب تو آپ ماشاء اللہ قرآن کریم کی آیات بھی پیش کرنے لگے اور ان کی تفسیر بھی بلکہ اکابر و اصاغر میں محاکمہ کے منصب پر بھی آپ نے خود کو فائز کرلیا ہے یا پھر آپ نے خود یہ تحریر نہیں لکھی بلکہ ع کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں۔

''المہند'' میں جن حضرات نے حیات النبی ﷺ کا عقیدہ لکھا ہے اور اس کو اپنے مشائخ کا بھی اعتقاد بتلایا ہے کیا انہوں نے ان آیات کو نہیں پڑھا، پڑھایا تھا؟ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جنہوں نے چالیس سال سے زیادہ دارالعلوم دیو بند میں پڑھایا تھا انہوں نے ان آیتوں کا یہ مفہوم نہیں سمجھا جو آپ لکھ رہے ہیں اور نہ ہی انہوں نے ان آیات کو عقیدہ حیات النبی ﷺ کے خلاف سمجھا، اسی طرح دوسرے اکابرین دارالعلوم دیو بند جنہوں نے ''المہند'' پر تصدیق کی ہے اس عقیدہ کو ان آیات کے خلاف سمجھا، اور نہ ہی حیات النبی ﷺ کا عقیدہ اصاغر دیو بندیوں نے کھڑا کیا جیسا کہ آپ غلط بیانی کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں کہ :

''اصاغر دیو بندیوں نے حیات النبی ﷺ کا مسئلہ کھڑا کر کے اپنا رانجھا بھی راضی کرلیا، اپنی جگہ بھی بنالی، اپنی مسجد اور مدرسہ بھی الگ کرلیا'' (ص ۴۹)

کیا ''المہند'' میں لکھنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے اصاغر دیو بندی ہیں، اگر یہ اصاغر ہیں تو پھر آپ جیسے ہی اکابر ہوں گے ؟

قرآن و سنت کا کونسا مفہوم معتبر ہے

قرآن و سنت سب کا ماخذ ہے ، اور اجماع امت بھی عقائد میں ماخذ ہے جس کو

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جمعیت اشاعۃ التوحیدوالسنۃ نے چھوڑ رکھا ہے ، اور دوسرے مسائل میں اقوال ائمہ مجتہدین کی بھی تقلید کی جاتی ہے ، تمام کتب فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ اقوال محققین سے بھرے ہوئے ہیں اس سے کسی کو اختلاف نہیں ، بات تو یہ ہورہی ہے کہ قرآن وسنت کے ایک معنیٰ اکابر علماء نے سمجھے ہیں ایک معنیٰ اب ان کے اصاغر اکابر کے خلاف بتلارہے ہیں اب اس میں سے کس معنیٰ کو قبول کیاجائے ، یہ اصاغر علماء اپنے سمجھے ہوئے معنیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں ہم اکابر علماء کے فہم پر اعتماد کرکے ان کے سمجھے ہوئے معنیٰ کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔

غلط بیانی اور تہمت تراشی

اس غلط بیانی سے کیا فائدہ ہے کہ :

''جمعیت اشاعۃ التوحیدوالسنۃ کا ''امتیاز'' یہ ہے کہ وہ عقیدہ میں مشائخ کے اقوال کو حجت قرار نہیں دیتے'' (ص۴۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسرے مشائخ کے اقوال کو حجت قرار دیتے ہیں ، یہ تہمت اور نرا الزام ہے ، دوسرے بھی قرآن وسنت اور اجماع امت کو ہی عقائد کے باب میں حجت قرار دیتے ہیں مگر قرآن وسنت کے جو معنیٰ آپ نے اکابر علماء کے خلاف سمجھے ہیں ان کو ہم حجت قرار نہیں دیتے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''اکابر کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ان کی عبارات میں تحریف نہیں کرتے'' (ص۴۶)

آپ کو ''المہند'' کی عبارت میں تحریف ثابت کرنی چاہئے تھی آپ حیات النبی ﷺ کے متعلق ''المہند'' کی عبارت میں تحریف ثابت کریں ورنہ تہمت تراشی سے پرہیز کریں۔

قاضی شمس الدین صاحب مرحوم چند مہینے دارالعلوم میں تدریس کر کے چلت ہو گئے ، ان کے قول آپ نقل کر رہے ہیں کہ : ''المہند کی عبارت پر اتفاق نہیں ص(۴۰)''

ان کو اتفاق نہیں نہ ہوا کرے ان کے اکابر کو اتفاق ہے ، اب آپ اصاغر کے قول کو تسلیم کر رہے ہیں اور اکابر کے قول کو آیات قرآن مجید کے خلاف سمجھ رہے ہیں ، حضرت شیخ الہند نے چالیس سال سے زیادہ دارالعلوم میں تعلیم دی ہے ۔

عقیدہ حیات النبی حضرت نانوتوی کا تفرد نہیں

حیات النبی ﷺ کی تحقیق حیات پر یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی ''آب حیات'' پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی تصدیق ان کی کتاب ''ہدایۃ الشیعہ'' میں الفاظ ذیل کے ساتھ موجود ہے :

''آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں نبی اللہ حی یرزق'' اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بمالامزید علیہ ثابت کیا ہے'' (ص ۱۸)

اور ''المہند'' میں اس کی تصدیق ان الفاظ سے کی گئی ہے :

ترجمہ : اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔ (ص ۳۵)

حضرت گنگوہی نے اس کو دیکھ کر تصدیق فرمائی ہے ، اب اس کو حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیئے جانا کہاں کی دیانت اور حق گوئی ہے ؟ مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے ان اکابر اور ''المہند'' کے لکھنے والے اور تصدیق کرنے والوں کے مقابلہ میں اس لکھنے کو کون تسلیم کر سکتا ہے کہ ''حیات دنیوی کا نظریہ حضرت نانوتوی مرحوم کا تفرد ہے باقی اکابر کا

وہی نظریہ ہے جو ہم کہتے ہیں'' (ص ۸٦)

المہند میں حیات دنیوی کے عقیدہ پر تمام دیوبند کے اکابر نے مہر تصدیق ثبت کردی ہے، ان کی تصدیق اس عقیدہ پر آج بھی دیکھی جاسکتی ہے، مگر سینہ زوری سے یہ لکھا جارہا ہے کہ ''حیات دنیوی کا نظریہ حضرت نانوتوی کا تفرد ہے'' یا للعجب۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی حق گوئی میں کوتاہی

حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی رحمہا اللہ اور ان کے تلامذہ عقیدہ حیات دنیوی کے معتقد ہیں، اور ۱۹٦۲ء میں حضرت مولانا محمد نور صاحب مرحوم صدر اشاعۃ التوحید اور مولانا غلام اللہ صاحب سابق ناظم نے بھی حیات دنیوی کے عقیدہ کو تسلیم کرکے اس تحریر پر دستخط کردیئے تھے جس میں یہ تحریر تھا کہ: ''وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والے کا آپ صلاۃ وسلام سنتے ہیں''۔ اور دنیوی حیات سے مراد اکابر کی یہی تو ہے کہ دنیوی بدن اطہر کے ساتھ روح مبارک کا تعلق ہے اور جسد دنیوی میں حیات ہے اور چونکہ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے اس لئے اس کو برزخی حیات بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

''المہند'' میں برزخیہ ہونے کی وجہ ''لکونها فی عالم البرزخ'' (یہ حیات برزخیہ ہے کیونکہ یہ عالم برزخ میں حاصل ہے) لکھی ہے، یہ حیات دنیوی ہے من حیث الجسد اور برزخی، من حیث العالم، فلا منافات بینهما۔

اب آپ کے نزدیک اور آپ کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نزدیک دنیوی حیات قرآن کریم کے خلاف ہے تو پھر حق گوئی کا مظاہرہ کریں اور ان سب حضرات کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کی تکفیر کریں اور ان کو اپنا اکابر کہنے کی بجائے ان سے اپنے عدم تعلق کا اعلان کریں، دیدہ باید۔ (جاری۔۔۔۔۔)

مولانا حذیفہ وستانوی

غفلت کے اسباب، علامات ہولناکیاں اور علاج

غفلت کے اسباب اور حل (قسط ۱)

امام ابن القیم فرماتے ہیں: کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی انسان میں سرایت کر جائیں تو وہ آدمی دنیا اور آخرت کی تمام تر بھلائیوں سے محروم اور نامراد ہوجاتا ہے اور ذلت اور مسکنت اس کا مقدر بن جاتی ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) غفلت، خاص طور سے علم اور عمل سے (۲) سستی۔ یہ دو ایسی رذیل خصلتیں ہیں کہ جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ انسان کے دنیوی اور اخروی تمام تر مصائب کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا اور علم سے دوری کا سب سے بڑا اور اہم سبب یہی ''غفلت'' ہے۔

غفلت پر قرآن کریم کی تنبیہات

قرآن کریم جیسی پاکیزہ اور مقدس کتاب میں جو انسان کے لیے دستور حیات کی حیثیت رکھتی ہے اور جس میں بہت اعجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے مگر اس کے باوجود الدکتور ادریس علی الطیب کی تحقیق کے مطابق ''الغفلۃ'' کا ذکر قرآن کریم میں ۲۱/ سورتوں میں ۳۵/ آیتوں میں ہوا ہے۔ (الغفلۃ فی القرآن الکریم) اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غفلت کیسی ہلاکت خیز شے ہے تو آئیے غفلت کی حقیقت اور اسباب اور علاج پر روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے ہلاکت خیز اثرات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ ہمیں غفلت سے نجات دے اور ذاکرین وشاغلین میں شامل فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

غفلت کی لغوی تحقیق

غفلت کے لغوی معنی ہیں اَلذُّھوْلُ وَ النِّسیَانُ وَ عَدَمُ التَّذَکُّرِ

وَ عَدَمُ التَّفَطُّنِ وَ التَّيَقُّظِ (الغفلۃ فی القرآن) یعنی بھول جانا، یاد نہ رکھنا، ذہانت وفطانت سے محروم ہونا۔

غفلت کی اصطلاحی تعریف

سھو یعتری الانسان مِنْ قِلَّةِ التحفظ و التیقظ (المفردات: ۳۶۴)

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصطلاحاً غفلت کہا جاتا ہے ''انسان پر طاری ہونے والی اس کیفیت کو جو لاپرواہی اور عدم تیقظ کی وجہ سے پیش آتی ہے''۔

امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اَلْغَفْلَةُ ھی متابعة النفس علی ما تشتهیه'' غفلت کہا جاتا ہے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کو۔ (التعریفات: ۱۶۱)

امام عبدالرحمن الجوزی فرماتے ہیں: علم دین کے حصول میں کوتاہی کرنا غفلت ہے اور دین سے مکمل اجتناب کرنا جہالت ہے۔ عقلمند کبھی بھی غفلت کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ غفلت کا انجام بڑا ہلاکت خیز ہوتا ہے۔ خاص طور پر طلب علم میں سستی کرنا اور حصول علم کے دوران راحت سے کام لینا' انسان کے لیے دائمی حسرتوں کا باعث ہوتا ہے اور وہ حسرتیں بھی ایسی کہ اس کی تلافی بھی ناممکن ہوجاتی ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ غفلت کہا جاتا ہے ''غیر مفید امور میں وقت ضائع کرنا''۔

غفلت کی شرعی تعریف

اصطلاح شرع میں غفلت کہتے ہیں ''الاشتغال بالدنیا عن الآخرۃ'' آخرت فراموشی کے ساتھ دنیاوی امور میں منہمک ہونا۔

اسباب غفلت

(۱) جہالت اور نادانی

آدمی غفلت میں اس لیے مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے پیش نظر کوئی ہدف نہیں ہوتا

ہے کہ وہ صرف دنیوی لذت کو شی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور یہ اس لیے کہ اسے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اسے خیر و شر میں تمیز نہیں ہو پاتی، وہ نفع نقصان کو نہیں سمجھتا اور اپنے آپ کو حساب و کتاب سے بے نیاز تصور کرتا ہے۔

قرآن اسی کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (الروم: ۷) اللہ رب العزت نے اسی غفلت اور جہالت کو دور کرنے کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا۔ قرآن کا اعلان ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے آباء واجداد کو نہیں ڈرایا گیا اور غفلت میں پڑے رہے۔ معلوم ہوا نزولِ قرآن کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب اور نزول وحی کے اسباب میں سے ایک 'غفلت کو دور کرنا بھی ہے۔

سید قطب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''غفلت روحانی بیماریوں میں سب سے مہلک بیماری ہے، جب آدمی غفلت کا شکار ہوتا ہے تو بالکل معطل اور بے حس ہو کر رہ جاتا ہے، نہ کسی چیز سے متأثر ہوتا ہے اور نہ کوئی اچھی بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ ہدایت کی نشانیاں اور اسباب اس کے سامنے ہوتا ہے مگر ہدایت سے محروم رہتا ہے۔ (فی ظلال القرآن)

(۲) لہو ولعب میں دلچسپی

یہ بھی غفلت کا سبب ہوتا ہے۔ آج دشمن اسلام نے ہم پر اسی ہتھکنڈے کو استعمال کیا ہے، طرح طرح کے کھیل ایجاد کر کے ہمارے درمیان اس کو رائج کر دیا ہے اور مقصد سے غافل ہو کر ہم اس میں بغیر سوچے سمجھے منہمک ہو گئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (الانبیاء: ۱،۲)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت آپہنچا ہے، اور وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں! جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ اسے مذاق بنا بنا کر اس حالت میں سنتے ہیں کہ ان کے دل فضولیات میں منہمک ہوتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں غفلت کا ایک سبب ''لہو و لعب'' میں مبتلا ہونا بتلایا گیا ہے۔ کہ آدمی بیکار بے سود اور لایعنی میں مشغول ہوتا ہے اور اس کو لہو و لعب کا چسکا اور مزہ لگ جاتا ہے تو اس کی طبیعت میں غفلت اور اللہ اس کے رسول اور اس کی کتاب، اس کے ذکر، اس کی عبادت، اس کی محبت اس کی فرمابرداری سے اعراض اس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ نہ اس کا قلب خیر کی طرف مائل ہوتا ہے، اگرچہ کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ بتلائی جائے اور کتنی توجہ سے کیوں نہ سن لے مگر عمل پر آمادگی سے اس کو گویا نفرت ہو جاتی ہے۔ اللھم وفقنا و لاتجعلنا من الغافلین. آمین۔

(۳) بروں کی صحبت

برے لوگوں اور ساتھیوں سے تعلق بھی آدمی کو اللہ سے غافل کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن بہت سے لوگ بری صحبت کی وجہ سے جہنم رسید کئے جائیں گے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً ۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلاً ۔ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ (الفرقان)

اور جس دن ظالم انسان (حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا اور کہے گا، کاش میں نے پیغمبر کی ہمراہی اختیار کر لی ہوتی! ہائے میری بربادی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا! میرے پاس نصیحت آچکی تھی، مگر اس (دوست) نے مجھے بھٹکا دیا۔ گویا غافلین اور بروں کی صحبت بھی انسان کو اللہ سے غافل کرتی ہے، جس پر افسوس قیامت کے دن

کرے گا، مگر وہ افسوس کسی کام کا نہ ہوگا، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

شاعر کہتا ہے :

صحبة الاخيار للقلب دوى* تزيد في القلب نشاطاً و قوى

و صحبة الجهال داء عمى * تزيد في القلب السليم سقمًا

اچھوں کی صحبت بھی گویا دوا کے مانند ہے، جس سے طبیعت میں نشاط اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور نادانوں کی صحبت بیماری ہے اور اندھاپن ہے، جس سے روحانی بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرآن نے تو باقاعدہ صیغۂ نہی کا استعمال کرکے گویا اسے حرام قرار دیا ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (الکہف :۲۸) اور تو ایسے لوگوں کی اطاعت اور صحبت نہ اختیار کر کہ جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے۔

(۴) گناہ اور معاصی

آدمی اگر گناہوں کا عادی ہوجاتا ہے تو اس پر بھی توفیق کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہرگز نہیں! بل کہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں، اُس نے اِن کے دِلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ (سورۂ مطففین :آیت ۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب آدمی نیکی کرتا ہے تو چہرے پر نورانیت، قلب میں نور، رزق میں برکت، بدن میں قوت اور صالحین کے دلوں میں محبت اللہ کی طرف سے ڈال دی جاتی ہے۔ اور جب برائی کرتا ہے تو چہرے پر تاریکی، قلب میں ظلمت، بدن میں کمزوری اور رزق میں تنگی، صالحین کے دلوں میں اس کے بارے میں نفرت ڈال دی جاتی ہے (الجواب الکافی) لہذا معصیت سے اجتناب بہت ضروری ہے ورنہ غفلت سے دوچار ہونا لازم ہے۔اللهم انا نعوذ بك من المأثم و المغرم۔

(۵) جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنا

انسان میں صفت غفلت کے پیدا ہونے کے من جملہ اسباب میں سے نماز جماعت سے ادا نہ کرنا بھی ہے حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنھا نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے لینتهین اقوام عن ودعهم الجماعات أو ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين۔(ابن ماجہ و مسلم) جولوگ نماز باجماعت میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں اپنی اس حرکت سے باز آجانا چاہیےورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر ثبت کردے اور وہ غافلین میں سے ہو جائیں۔ حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ترک جماعت کا دنیوی وبال بیان کیا کہ نماز باجماعت نہ پڑھنے سے اللہ ناراض ہوتے ہیں اور جب اللہ ناراض ہوتے ہیں تو، توفیق کے دروازے بند کر دیتے ہیں اور جب توفیق نہیں ملتی تو غفلت کی زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ نماز باجماعت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(٦) کثرت سے ہنسنا

بکثرت ہنسنے سے آدمی پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایامَن يأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعلم بهن فقال ابوهريرة انا يارسول الله! فأخذ بيدى و قال: اتق المحارم تكن اعبد الله وارض بما قسم الله لك تكن اغنى الناس واحسن الىٰ جارك تكن مؤمن وا حب لناس ما تحب لنفسك تكن مسلما ولا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب۔ كمال قال (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے؟ جو مجھ سے پانچ باتیں سیکھ لے اور اس پر عمل کرتا چلے یا ایسے آدمی کو سکھائے جو اس پر عمل پیرا ہو جائے۔ تو حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور ارشاد فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق سے اجتناب کر تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا، اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہو جائے گا، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کر حقیقی مومن ہو جاؤ گے، لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو سچے پکے مسلمان بن جاؤ گے اور کثرت سے مت ہنسو! اس لیے کہ کثرت سے ہنسا دل کو مردہ اور غافل کر دیتا ہے۔

(۷) فضول گوئی

ذکر اللہ، تلاوت قرآن، مطالعہ کتب دینیہ کے علاوہ بغیر کسی غرض کے باتیں کرنا یہ بھی انسان کے اندر غفلت پیدا کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے:

"لَا تکثرُوْا الکَلام بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہ فَان کَثْرَۃَ الْکَلامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہ تَعَالٰی قَسْوَۃٌ لِلْقَلبِ وَ اِنَّ ابعَدَ النَّاسِ مِنَ اللہِ تَعَالٰی اَلْقَلْبُ الْقَاصِی" (ترمذی)

اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ گفتگو مت کیا کرو کیوں کہ ذکر اللہ کو ترک کر کے فضول گوئی سے قلب میں قساوت اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے اور بندوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ ہوتا ہے جس کا دل قساوت زدہ ہو۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

(۸) لمبی لمبی آرزو باندھنا

لمبی لمبی آرزو کرنا اور بڑے بڑے خیالی پلان بنانا بھی غفلت کا ذریعہ ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ. (الحجر:۳) انہیں چھوڑ رکھیں وہ کھاتے رہیں اور امیدوں میں بھولتے رہیں انہیں آئندہ معلوم ہوجائے گا۔

معلوم ہوا صرف تمنا اور آرزو سے کچھ نہیں ہوتا اصل یہ ہے کہ آدمی کچھ کرکے دکھلائے، جو آدمی صرف آرزو کرتا ہے اور کچھ کرتا نہیں وہ بھی غفلت کا شکار ہوجاتا ہے اور قیامت کے دن جب اپنے اعمال نامہ کو خالی دیکھے گا تو اسے ہوش آجائے گا مگر اس ہوش سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ ہماری لمبی لمبی آرزوؤں سے حفاظت فرمائے۔

(۹) حساب فراموشی

غفلت کا ایک سبب آخرت اور حساب کو بھول جانا بھی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۔ (یونس:۷)

اور جن لوگوں کو ہماری ملاقات کا یقین نہیں اور دنیوی زندگی پر اطمینان کر بیٹھتے ہیں اور جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

معلوم ہوا جب آخرت اور حساب پر یقین نہیں ہوتا تو آدمی اللہ اور اس کے رسول سے غافل ہوجاتا ہے۔ نہ برائی چھوڑنے پر آمادہ ہوتا ہے، نہ عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہے، دنیا میں ایسی بدمستی سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(۱۰) اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو لاپرواہی سے سننا

اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو لاپرواہی سے سننے سے بھی آدمی غفلت کی سزا پاتا ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۳ میں ہے کہ: قرآن و حدیث کو سمجھایا جا رہا ہو اور آدمی اسے لاپرواہی سے سنے تو اس سے بھی غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ لہذا جب قرآن و حدیث

کے حوالہ سے بات بیان کی جائے تو توجہ سے سننا چاہیے، لاپرواہی سے نہیں۔

غفلت کی ہولناکیاں

غفلت کے اسباب کو جاننے کے بعد اس کے انجام کو بھی جانتے ہیں تاکہ غفلت سے بچنے کی کوشش کریں۔

(۱) ہلاکت یقینی

اللہ رب العزت نے امم سابقہ پر جو بدترین عذاب نازل کیے ان کے اسباب بھی بیان کیے، مثلاً قوم فرعون پر نزول عذاب اور ان کے برے انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ، فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ

پھر جب ہم اُن سے عذاب کو، اتنی مدت تک ہٹا لیتے جس تک اُنہیں پہنچنا ہی تھا (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر میں اُن کے لیے ایک وقت تو ایسا آنا ہی تھا جب وہ عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہوں، لیکن اس سے پہلے جو چھوٹے چھوٹے عذاب آرہے تھے ان کو ایک مدت تک کے لیے ہٹالیا جاتا تھا) تو وہ ایک دم اپنے وعدے سے پھر جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن سے بدلہ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور اُن سے بالکل بے پروا ہو گئے تھے۔

اس میں قوم فرعون کی ہلاکت کے دو سبب بیان کئے: تکذیب اور غفلت۔ معلوم ہوا غفلت کا انجام دنیا ہی میں اللہ کے عذاب کا باعث ہوتا ہے۔

(۲) توفیق سلب ہو جاتی ہے

غفلت کا دوسرا بدترین انجام، غفلت کے شکار لوگوں سے اللہ تعالیٰ توفیق چھین لیتے ہیں۔ ارشاد ہے وَ لَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ لَهُمْ

قُلُوْبٌ لاَّ يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لاَّ يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لاَّ يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُوْلٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُوْلٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ

اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لیے پیدا کئے۔ (یعنی ان کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے ایسے کام کریں گے جو انہیں جہنم تک لے جائیں گے۔ لیکن یاد رہے کہ تقدیر میں لکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جہنم کے کام کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں، بلکہ بلا تشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک استاد نے اپنے کسی شاگرد کے حالات کے پیش نظر یہ لکھ کر رکھ دیا کہ یہ فیل ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ استاد نے اسے فیل ہونے پر مجبور کردیا، بلکہ اس نے جو کچھ لکھا تھا اس کا مطلب یہی تھا کہ یہ شاگرد محنت کرنے کے بجائے وقت ضائع کرے گا اور اس کے نتیجہ میں فیل ہوگا) اُن کے پاس دِل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بل کہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (الاعراف: ۱۷۹)

معلوم ہوا کہ غافل سے اللہ ناراض ہو کر قوت ادراک و شعور چھین لیتا ہے۔ سنتا ہے، مگر عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ دیکھتا ہے، مگر عبرت حاصل نہیں کرتا اور یہ سب غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے اللھم لا تجعلنا من الغافلین!

(۳) غفلت انسان کو اللہ کی نشانیوں کی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے

حق سے غفلت کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف: ۱۴۶) آپ اندازہ لگائیں غفلت کا انجام اتنا بدترین ہے کہ آدمی اللہ کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کی تکذیب پر تل جاتا ہے، آج ایسی بے شمار

نشانیاں آپ انسانوں میں پائیں گے۔ کیا جاہل ؟ کیا پڑھے لکھے ؟ ہر طرف آپ کو ایسے افراد ملیں گے جو اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کرتے ہیں اللھم احفظنا من الغفلۃ!

(۴) غفلت جہنم میں جانے کا سبب ہے

جہاں غفلت کی وجہ سے انسان دنیا میں بڑی بڑی سزاؤں سے دو چار ہوتا ہے وہیں عذاب جہنم کا بھی مستحق ہوجاتا ہے۔ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ، اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (یونس :۸) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں انکا ٹھکانا جہنم ہے ان کے کرتوتوں کے سبب۔ معلوم ہوا دنیا وآخرت میں اللہ کی پھٹکار کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب غفلت ہے۔ اَلنَّاسُ فِيْ غَفَلَاتِهِمْ وَ رُحَى الْمَنِيَّةِ تَطْحَنْ'' لوگ غفلت میں مبتلا ہیں جب کہ موت کی چکی برابر اپنے کام میں مشغول ہے۔ یعنی انسان کو موت برابر واقع ہوتی جارہی ہے مگر پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں، لوگوں کو کوئی پرواہ نہیں، وہ اپنی غفلت سے باز نہیں آرہے ہیں۔

(۵) غفلت کو دور کرنے کے لیے انبیاء کی بعثت عمل میں آئی

قرآن نے بعثت انبیاء کے جہاں بہت سے اسباب بیان کئے، ان میں سے ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا کہ جب لوگوں کو غفلت میں مبتلا پایا تو انبیاء کو مبعوث کیا۔ ارشاد ہے :لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے آباء واجداد کو نہیں ڈرایا گیا اور وہ غفلت میں پڑے رہے۔ (سورہ یٰسین :آیت ٦)

وَ جَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ، لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (ق ۲۱،۲۲) یعنی جب انسان کے لئے برا فیصلہ ہوجائے گا تو اسے عار دلائی جائے گی کہ تو اس دن سے غافل تھا اور تو نے نیکی نہ کی، یہ اس کا انجام ہے۔ (جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مرسلہ : حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم

کتاب ''حیات احتشام'' کے متعلق رائے گرامی

از : فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

عزیز مکرم حافظ محمد اکبر شاہ صاحب سلمہم اللہ وعافاہم

السلام علیکم ! کل آپ کا خط مع کتاب ''حیات احتشام'' پہنچا دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو حج مقبول ومبرور کی سعادت سے بہرہ ور فرمائیں اور تمام دینی ودنیوی مقاصد حسنہ میں کامیابی سے ہم کنار کریں ، آمین۔

''حیات احتشام'' میں آپ نے جناب مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم کی حیات کے تقریباً تمام شعبوں کا اجمالی طور پر تعارف کرایا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی انعام ہے کہ اپنے اکابر رحمہم اللہ کے ساتھ آپ کو خصوصی تعلق حاصل ہے اور ان حضرات کے حالات وسوانح عمری کی عکاسی کا سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق، محبت ومودت کو دنیا وآخرت میں نافع اور مفید بنائیں ، آمین۔

مولانا مرحوم نظریۂ پاکستان اور مسلم وغیر مسلم پر دو قومی نظریہ کے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی اتباع میں سختی سے حامی تھے اور تمام زندگی اسی پر کاربند رہے ، ان کی تحریروں اور تقریروں اور انفرادی واجتماعی خدمات کا محور یہی دو قومی نظریہ تھا، اسی بنیادی نظریہ پر مولانا، پاکستان کی تحریک اور اس میں نظام اسلام کے اجراء کے لئے ساعی اور کوشاں رہے اور تمام عمر مولانا اسی نظریہ پر عامل اور قائم رہے۔ فقہاء زمانہ پر نظر کرتے ہوئے بہت ضروری ہے کہ ایسے علماء کرام کی سوانح عمریوں اور نظریات سے عوام کو متعارف کرایا جائے اوران کے عمل اور کردار سے عوام کو روشناس

کروایا جائے جو نظریہ پاکستان کے نہ صرف داعی بلکہ مدت العمر اس پر حامل رہے اور انہوں نے اسی نظریہ کو پاکستان کی تحریک میں بھی اپنایا اور بقاء پاکستان اور اس کے استحکام کے لئے ہی ہمیشہ اس کو ضروری سمجھا، اب پاکستان کے مخالفین نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ وہ ایسے علماء کرام کی کردار کشی کے درپے ہیں۔ اور ہمارے بعض بھولے بھالے علماء بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو جاتے ہیں کہ اتنی مدت ہو گئی پاکستان کا مقصد قیام، نظام اسلام حاصل نہیں ہوا، اس لئے یہ تحریک پاکستان ہی بے مقصد تھی اب اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ قیام پاکستان اور نظام اسلام کے علمبردار علماء اسلام کے کردار اور نظریات کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے اسی کی عکاسی آپ کی اس کتاب ''حیات احتشام'' سے بھی ہو رہی ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حکومت کی بے اعتدالیوں اور بدعملیوں سے متاثر ہو کر اگر ایسے اکابر علماء کرام نے اعیان حکومت پر تنقید کی ہے تو یہ حکومت کو تنبیہ اور سرزنش کے زمرہ میں آتی ہے۔ اس سے ان حضرات کے نظریہ کی تبدیلی کا تاثر دینا قطعی غلط ہے جیسا کہ بعض صحافی لوگوں نے مولانا مرحوم پر بھی یہ تہمت لگانے کی کوشش کی ہے کہ وہ آخر میں دو قومی نظریہ کو غلط سمجھنے لگے تھے حالانکہ مولانا مرحوم کے کلام میں غور کرنے سے واضح ہے کہ وہ اعیان حکومت کی غلط کاریوں اور اسلامی نظام کے سلسلہ میں ان کی بے اعتنائیوں کی شکایت کر رہے تھے یہ نظریہ کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ پختگی ہے کہ جو اس کے خلاف کر رہے ہیں وہ ان کے نزدیک قابل ملامت اور مطعون ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس کا ذکر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے خطبہ صدارت لاہور میں بھی بطور خدشہ کے کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کے حامی علماء کرام پاکستان میں نظام اسلام کے قیام کی جدوجہد میں مخلصانہ کوششیں کر رہے تھے اور تحریک پاکستان میں ان کی جدوجہد کا مقصد بھی خالصۃً

قیام نظام اسلام تھا، مگروہ عمائدین تحریک کی کوتاہیوں اور بدعملیوں سے بھی خالی الذہن نہیں تھے اوران پراس سلسلہ میں کلیۃً اعتماد نہیں کررہے تھے البتہ جمہور مسلمانوں سے توقع وابستہ کررہے تھے کہ ان زعماء اور عمائدین کو بھی وہ اپنی جمہوری قوت اورجذبۂ اسلامی کے نظام اسلام کے قیام پرآمادہ اورمجبورکرلیں گے جس کاقیام پاکستان اورایک حصہ ملک میں مسلم اقتداراعلیٰ کے حاصل کئے بغیربظاہراس کاامکان نہیں ہے۔

اب ہمارے جمہور مسلمین اپنے جذبۂ اسلامی سے کام لیں اوران مغرب زدہ چند نفوس کواسلامی نظام کے لئے تیارکرلیں ،تویہ مقصدحاصل ہوسکتاہے مگریہ مقصدہمارے جمہورکی نظروں سے بھی اوجھل ہوتاجارہاہے وہ بھی معاشیات کے ہی چکرمیں پھنس گئے ہیں اصلی مقصدسے صرف نظرکرلیاگیا۔

مکررعرض ہے کہ اس وقت نظریہ پاکستان کی حفاظت اوردوقومی نظریہ پرجداگانہ انتخابات کی ضرورت پرزوردینے کی استحکام پاکستان کے لئے سخت ضرورت اوروقت کا اہم تقاضہ ہے اس کے بغیرپاکستان کاوجودخطرہ میں ہے۔جس طرح قیام پاکستان کے لئے ہی دوقومی نظریہ کی بنیادپرجداگانہ انتخاب ضروری تھااسی طرح بقاءاوراستحکام پاکستان کے لئے بھی دوقومی نظریہ اورجداگانہ انتخاب ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائیں اوروہ دن جلدنصیب کریں،جس میں مکمل طورپرنظام اسلام کے قیام کامرحلہ سرانجام پائے اور تقریباًبارہ کروڑمسلمان مقصدپاکستان کو حاصل کرکے کامران وکامیاب ہوں،آمین۔

والسلام غیراختیاری طورپرخط طویل ہوگیاہے اگرمفیدہوتوشائع کرنے کی اجازت ہے۔

